پروفیسر محمد اسلم صدر شعبۂ تاریخ پنجاب یونیورسٹی لاہور

(۲)

اولیاءِ کرام اور سلاطینِ اسلام کا مرثیہ خواں

# دہلی کا تازہ سفرنامہ

اسلام کی عظمتِ رفتہ کے کھنڈرات

خواجہ میر درد کی درگاہ سے شاہ زید ابوالحسن کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے شاہ محمد آفاقؒ اور شاہ گلشن مجذوبؒ کے مزاروں کا محلِ وقوع دریافت کیا۔

اگلی صبح میں مہرولی روانہ ہوا۔ کہنے کو تو مہرولی دہلی ہی کا ایک حصہ ہے لیکن وہاں کی آب وہوا شہر کی نسبت زیادہ خوشگوار ہے۔ پہلے وقتوں میں دہلی کے شرفا برسات کے موسم میں شہر چھوڑ کر مہرولی چلے جایا کرتے تھے۔ اور موسم برشگال میں وہاں بڑی رونق ہو جایا کرتی تھی۔ اب دہلی کی آبادی مہرولی سے بھی آگے نکل گئی ہے۔

مہرولی کے قریب ہی راۓ پتھورا کے آباد کردہ شہر "لال کوٹ" کے کھنڈرات موجود ہیں۔ حضرت بندہ نواز گیسو درازؒ فرماتے ہیں کہ ان کی بارھویں پشت میں جدِ امجد ابوالحسن جندی فتح دہلی سے بہت پہلے جہاد کرتے ہوئے یہاں تک پہنچ گئے تھے۔ انہوں نے کفار سے جنگ کرتے ہوئے جامِ شہادت نوش فرمایا۔ ان کی قبر دروازہ شکار کے باہر فصیل سے متصل تھی۔ حضرت فرماتے ہیں کہ ان کے زمانے تک اس مزار پر شب جمعہ کو انوار نظر آیا کرتے تھے۔ اب اس مزار کا سراغ بھی ڈھونڈے سے نہیں ملتا۔

میں قطب مینار کے قریب جا کر بس سے اتر گیا۔ یہاں بہت سی پرانی عمارتیں قابلِ دید ہیں۔ سلطان علاء الدین خلجی نے قطب مینار سے بھی اونچا مینار تعمیر کرنے کی ٹھانی تھی اور اس کی بنیادیں پڑ چکی تھیں۔ لیکن سلطان کی زندگی نے وفا نہ کی۔ اب یہ کھنڈر علائی مینار کے نام سے موسوم ہے۔

علائی مینار کے قریب ہی مسجد قوۃ الاسلام شکستہ حالت میں کھڑی ہے۔ فتح دہلی سے قبل اس نواح میں ہندوؤں اور جینیوں کے مندر تھے جو مسلمانوں کی یلغار کے وقت ویران ہو گئے۔ انہی مندروں کے ملبے سے ۱۱۹۱ء میں یہ مسجد تعمیر ہوئی۔ اب تک مسجد کے ستونوں پر بتوں کے ٹوٹے پھوٹے مجسمے صاف دکھائی دیتے ہیں اس مسجد کی بلند محرابیں قابلِ دید ہیں۔ قطب کی عمارتوں پر پروفیسر محمد مجیب نے ایک عالمانہ مضمون لکھا تھا جو "نذرِ عرشی" میں شامل ہے۔ ان کا یہ کہنا ہے کہ اتنی بلند عمارتیں وہی قوم تعمیر کر سکتی ہے جس کا حوصلہ بلند ہو۔

مسجد قوۃ الاسلام کے قریب ہی قطب مینار کھڑا آسمان سے باتیں کر رہا ہے۔ اس کی بنیاد فتح دہلی کی یادگار کے طور پر سلطان قطب الدین ایبک (م ۱۲۱۰ء) نے رکھی تھی۔ لیکن وہ اس کی تکمیل سے پہلے ہی راہی ملک بقا ہوا۔ اس کی تکمیل سلطان شمس الدین التمش (م ۱۲۳۶ء) نے کی۔ عہد علائی میں اس کی مرمت کی ضرورت پیش آئی۔ تو سلطان علاء الدین خلجی نے اس کی مرمت کروائی اور اس کا ذکر ایک کتبے میں کر دیا۔ جو مینار پر نصب ہے۔ سلطان فیروز شاہ تغلق (م ۱۳۸۸ء) کے عہد میں اس مینار کو آسمانی بجلی سے نقصان پہنچا تو سلطان نے ۱۳۶۸ء میں اس کی تلافی کر دی۔ پروفیسر محمد مجیب نے اس طرح کے میناروں کا سراغ ترمذ کے قریب لگایا ہے جسے انہوں نے قطب مینار کے "آباؤ اجداد" کا نام دیا ہے۔

قطب مینار کے قریب ہی علائی دروازہ کی شاندار عمارت کھڑی ہے۔ ماہرین فن تعمیر کا یہ خیال ہے کہ منگولوں کے حملے کے وقت وسط ایشیا سے جو مسلمان کاریگر بھاگ کر دہلی آ گئے تھے، اس کی تعمیر کا سہرا ان کے سر ہے۔ اس عمارت میں سلجوقیوں کے فن تعمیر کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔

علائی دروازے سے گذر کر امام ضامن کے مقبرے تک پہنچتے ہیں۔ سر سید احمد خان نے آثار الصنادید میں ان کا نام سید محمد علی مشہدی تحریر کیا ہے۔ اس مقبرے کی عمارت ۹۴۴ھ ۱۵۳۷ء میں تعمیر ہوئی تھی اور فنی اعتبار سے قابل تعریف ہے۔

مسجد قوۃ الاسلام کے عقب میں آمنے سامنے دو مقبرے نظر آتے ہیں۔ ان میں جو مقبرہ شمال مغربی گوشے میں ہے وہ سلطان شمس الدین التمش کا ہے۔ اس مقبرے کا گنبد مدت ہوئی گر چکا ہے۔ مقبرے کی اندرونی دیواروں پر خط کوفی میں آیات قرآنی کندہ ہیں۔ اس کے بالمقابل سلطان علاء الدین خلجی (م ۱۳۱۶ء) کا مقبرہ بے جواب ویران پڑا ہے۔ حضرت نصیر الدین چراغ دہلی (م ۱۳۵۶ء) کے زمانے میں نماز جمعہ کے بعد لوگ حضرت سلطان کے مزار کی زیارت کو جاتے تھے اب وہاں الو بولتے ہیں۔

قطب صاحب کی عمارتیں دیکھ کر میں خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی درگاہ کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں ایک باؤلی نظر پڑی جس کے بارے میں یہ روایت ہے کہ یہ سلطان شمس الدین التمش کی تعمیر کردہ ہے۔

خواجہ صاحب کی درگاہ کے احاطے میں سیکڑوں قبریں اور کئی مسجدیں ہیں۔ آخر میں ایک مسجد آتی ہے جس کے صحن میں مغل حکمران فرخ سیر کے اہل خانہ آسودہ خاک ہیں، اس مسجد کے عقب میں محراب سے متصل چشتیہ نظامیہ سلسلے کے مشہور بزرگ مولانا فخر الدینؒ اور ان کے پوتے حضرت نصیر الدین عرف کالے صاحب محو ابدی ہیں آخری مغل حکمران بہادر شاہ ظفر نے شاہ فخر الدین کی مدح میں ایک منقبت لکھی تھی جس کے دو شعر قارئین الحق کے پیش خدمت ہیں ؎

مرشدِ پاک روان فخر الدین قبلۂ و کعبۂ جان فخر الدین
اک جہاں فخر جہاں کہتا ہے پر ہے فخر دو جہاں فخر الدین

حضرت کے لوحِ مزار پر یہ عبارت کندہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - اللھم صل علیٰ محمد و علیٰ آل محمد

بگذاشت فخر الدین چوں جہان سرائے فانی بر آستانہ جا داد آں قطب جاودانی
سال وصال آں ماہ از غیب چوں جستم تاریخ گفت ہاتف "خورشید دو جہانی" ۱۱۹۹ھ

ومن کلام سید الشعراء فخر الدین مقبول الٰہی ۱۲۲۲ھ

حضرت شاہ فخر الدین کے خلیفہ خواجہ نور محمد مہاروی چشتیہ نظامیہ سلسلہ پنجاب میں لائے اور ان کے خلیفۂ اعظم خواجہ محمد سلیمان تونسوی نے اس سلسلے کو بہاں فروغ دیا۔ سیال شریف، گولڑہ شریف، چاچڑاں اور کوٹ مٹھن میں اسی سلسلے کی خانقاہیں ہیں۔

شاہ صاحب کے مزار کے قریب ہی خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی درگاہ کا دروازہ ہے۔ خواجہ صاحب کے مزار پر پہلے سنگ مرمر کا سادہ سا گنبد تھا۔ اب اس پر ان کے ایک معتقد نے رنگ برنگے شیشوں کا بہت ہی نفیس کام کرا دیا ہے۔ اس مزار کو ۱۹۴۷ء کے ہنگاموں میں بڑا نقصان پہنچا تھا۔ مسٹر گاندھی نے اپنے قتل سے چند دن پہلے اس نقصان کی تلافی کرائی۔ ایک کتبے پر اس کی تفصیل درج ہے۔

خواجہ صاحب کے مزار سے قریب ہی ایک بلند چبوترے پر ان کے زندگی بھر کے رفیق قاضی حمید الدین ناگوری کی قبر ہے۔ موصوف شیخ الشیوخ شہاب الدین ابو حفص عمر سہروردی صاحب عوارف المعارف کے مرید تھے۔ موصوف سماع کے بڑے دلدادہ تھے۔ انہی کی ذات سے سماع کو فروغ ہوا۔

مزار کے احاطے ہی میں ایک چھوٹی سی مسجد ہے جو موتی مسجد کے نام سے موسوم ہے۔ اس مسجد میں اب ایک مسلمان خاندان نے سکونت اختیار کر لی ہے۔ اس مسجد کی جنوبی دیوار کے باہر اورنگ زیب عالمگیر کا جانشین بہادر شاہ اول اور اکبر شاہ مدفون ہیں۔ آخری مغل تاجدار بہادر شاہ ظفر نے بھی اپنی زندگی میں اپنے لئے یہاں قبر بنوائی تھی لیکن اس کی مٹی اسے رنگون لے گئی۔ اب یہ قبر خالی پڑی ہے۔

قطب صاحب کے مزار کے قریب ہی بہادر شاہ ظفر کا محل ہے جہاں وہ برسات کا موسم گذارتا تھا۔ اس محل کے صدر دروازے کے قریب ایک چبوترے پر مولانا مفتی کفایت اللہ اور ان کے رفیق خاص مولانا احمد سعید دہلویؒ کی قبریں ہیں۔ مفتی صاحب کے لوحِ مزار پر یہ عبارت کندہ ہے۔

۶ھ۷ فقیہ الامت مولانا کفایت اللہ ۱۳۵۲ھ

ارتحالِ مفتیٔ اسلام سے مضطرب دل اور مختل ہے دماغ
مطلعِ انوار تھا ان کا وجود تھے وہ محرابِ شریعت کے چراغ
ان کے اٹھ جانے سے ویراں ہوگیا ملتِ اسلام کا سرسبز باغ
سالِ رحلت ہے یہ مصرع اے خیال
ہوگیا گُل آہ دہلی کا چراغ
۱۳۷۲

لوح کے دوسری جانب یہ عبارت مرقوم ہے۔
الیس اللہ بکافٍ عبدہٗ
مرقد مفتیٔ اعظم حضرت علامہ مولانا محمد کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ مہتمم شیخ الحدیث مدرسہ امینیہ دہلی
صدر اول جمعیت علمائے ہند —— ۱۳ ربیع الثانی ۱۳۷۲ھ ۳۱ دسمبر ۱۹۵۲ء
مولانا احمد سعید دہلوی کے لوحِ مزار پر یہ عبارت منقوش ہے۔
۷۸۶۔ نذرِ عقیدت
داغِ فراقِ صحبتِ شب کی جلی ہوئی اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خاموش ہے
۱۔ ہندوستان کی آزادی کا نڈر جنرل اور عظیم رہنما
۲۔ جمعیت العلمائے ہند کے روحِ رواں ۳۔ آفتابِ فصاحت و بلاغت
۴۔ شہنشاہِ خطابت ۵۔ عارفِ اسرارِ شریعت و طریقت
۶۔ مبلغِ اسلام ۷۔ متوکل علی اللہ
۸۔ علم مجلسی میں یکتا ۹۔ سخن فہم و سخن گو
مفسرِ قرآن سحبان الہند حضرت علامہ حافظ الحاج مولانا احمد سعید نور اللہ مرقدہٗ
"تاریخ وفات ۴ دسمبر ۱۹۵۹ء بروز جمعہ۔ بعد نماز مغرب

علمائے کرام کے مزارات پر فاتحہ خوانی کے بعد میں مہرولی کے صدر بازار میں سے گذرتا ہوا حوضِ شمسی پہنچا
ایک روایت کے مطابق سلطان شمس الدین التمش نے خواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے
سنا کہ یہاں پانی کی کمی ہے لہذا تم ایک حوض بنواؤ۔ حضورؐ نے خود ہی زمین پر نشان لگایا۔ سلطان نے
حوض تیار کرایا۔ تو اس کے کنارے اللہ والوں نے رہائش اختیار کر لی۔
حوض کے کنارے ایک چھوٹی سی مسجد ہے جو اولیا مسجد کے نام سے موسوم ہے۔ اس مسجد میں خواجہ

معین الدین اجمیریؒ - خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ - بابا فرید الدین گنج شکرؒ اور حضرت نظام الدین اولیاءؒ جیسے بزرگوں نے نمازیں ادا کیں - لوگ حصول برکت کے لئے اس مسجد میں نوافل ادا کرتے ہیں۔

حوض شمسی سے ذرا آگے بڑھیں تو لودھی عہد کے مشہور بزرگ شیخ سماء الدین سہروردی کی خانقاہ راستے میں پڑتی ہے۔ شیخ عبدالحق محدثؒ کے بزرگوں کو ان سے بڑی عقیدت تھی۔ اور سیر العارفین کے مصنف شیخ جمالی ان کے دامن ارادت سے وابستہ تھے۔ شیخ سماء الدین کی نماز جنازہ حضرت قطب عالم شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ (م ۹۴۴ھ/۱۵۳۷ء) نے پڑھائی تھی۔ اس کی دلچسپ تفصیل "لطائف قدوسی" میں موجود ہے۔

شیخ سماء الدین کی خانقاہ سے قریب ہی ایک پہاڑی پر جو فردوسیہ پہاڑی کے نام سے معروف ہے حضرت نجیب الدین فردوسیؒ کا مزار ہے۔ موصوف کے خلیفہ حضرت شرف الدین احمد بن یحیٰ منیریؒ نے ان کے سلسلے کو بہار اور بنگال میں فروغ دیا۔ اس سلسلے کی خانقاہیں بہار اور بنگال کے طول و عرض میں پھیلی ہوئی ہیں۔

حوض شمسی کے مغربی کنارے پر شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کا مقبرہ ہے جو زرد رنگ کے پتھروں سے بنایا گیا ہے۔ مقبرے کی اندرونی دیوار پر ان کے سوانح حیات تفصیل کے ساتھ درج ہیں۔ سرسید احمد خان نے آثار الصنادید میں اور پروفیسر خلیق احمد نظامی نے "حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی" میں یہ کتبہ پورے کا پورا نقل کر دیا ہے۔ اس مقبرے کے ارد گرد دور دور تک ویرانی نظر آتی ہے۔ کاش دہلی کے مسلمان اپنی اس متاع گراں مایہ کی کماحقہ قدر کرتے۔

مغلوں کے آخری دور حکومت میں حوض شمسی کے کنارے موسم برسات کے اختتام پہ "پھول والوں کی سیر" کے نام سے ایک سالانہ میلہ لگا کرتا تھا۔ برطانوی عہد میں یہ میلہ بند ہو گیا۔ مرزا غالب بڑے افسوس کے ساتھ میر مہدی مجروح کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں۔

" بھائی کیا پوچھتے ہو کیا لکھوں۔ دلی کی ہستی منحصر تھی کئی ہنگاموں پر قلعہ، چاندنی چوک، ہر روز مجمع جامع مسجد کا، ہر ہفتہ سیر جمنا کے پل کی، ہر سال میلہ پھول والوں کا۔ یہ پانچوں باتیں اب نہیں، پھر کہو دلی کہاں، ہاں کوئی شہر قلمرو ہند میں اس نام کا تھا۔"

اب چند سالوں سے یہ میلہ دوبارہ ہونے لگا ہے۔ اس میلے میں پھولوں کے پنکھوں کا جلوس نکالا جاتا ہے۔ مسلمان میلے کے اختتام پر اپنے پنکھے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے مزار پر چڑھاتے اور ہندو جوگ مایا کے مندر میں لے جاکر دیوی کے چرنوں میں ڈال دیتے ہیں۔

قطب صاحب سے جو سڑک گوڑ گانواں جاتی ہے۔ اس سڑک پر اندازاً دو فرلانگ کے فاصلے پر سڑک سے ہٹ کر سلطان غیاث الدین بلبن (م ۱۲۸۷ء) کا مقبرہ ہے۔ ان دنوں محکمہ آثار قدیمہ کی نگرانی میں اس کی مرمت ہو رہی تھی۔

اس مقبرے کے عقب میں تقریباً ایک فرلانگ کے فاصلے پر جنگل میں ایک خوبصورت اور کشادہ مسجد کھڑی ہے جو اب بے چراغ ہے۔ ماہرین فن تعمیر نے اس مسجد کو لودھی عہد کے فن تعمیر کا شاہکار تسلیم کیا ہے۔ اگرچہ اس کی تعمیر ہمایوں کے عہد میں ہوئی تھی۔ اس وقت مسجد کے اندر ایک ہندو نوجوان بھرپور الکیشن کے ساتھ فلمی گانوں کی ریہرسل کر رہا تھا۔ اس مسجد کو یوں بے آباد دیکھ کر دکھ ہوا۔ اس مسجد کی شمالی دیوار کے ساتھ شیخ جمالی صاحب سیر العارفین کا مزار ہے۔ مسجد کی نسبت مزار کی حالت اچھی ہے۔ مقبرے کی اندرونی دیواروں پر ساڑھے چار صدیاں گذر جانے کے بعد بھی نقش و نگار ماند نہیں پڑے۔ موصوف حضرت سماء الدین سہروردی کے مرید اور سلطان سکندر لودھی کے استاد تھے۔

شیخ جمالی کے مزار سے میں واپس آیا اور وہاں سے بس میں سوار ہو کر مہرولی روڈ پر شیخ عبدالرحمن چشتی کے مزار کے قریب اتر گیا۔ اس مزار سے تقریباً ایک میل کے فاصلے پر علاؤ الدین خلجی کا تعمیر کردہ حوض خاص ہے۔ حوض کے کنارے سلطان فیروز شاہ تغلق کا مقبرہ ہے۔ اور اس سے ملحق ایک مدرسے کی عمارت ہے۔ جو اب ویران پڑی ہے۔ امیر تیمور نے جب دہلی پر حملہ کیا تھا تو وہ اسی حوض کے کنارے ٹھہرا تھا۔ اس نے مقبرے اور مدرسے کی عمارتوں کی بڑی تعریف کی تھی۔

سلطان فیروز شاہ کے مقبرے کے قریب اور بھی کئی گنبد اور چھتریاں موجود ہیں لیکن اب وہاں قبروں کا بالکل نشان نہیں ہے۔

حوض خاص دیکھ کر میں شہر واپس آیا اور شام کو شاہ فرید ابوالحسن کی نشان دہی پر کناٹ پلیس پہنچا۔ جن لوگوں نے یہ جگہ دیکھی ہے وہ جانتے ہیں کہ وہاں دکانیں اور دفاتر ایک گول دائرہ کی شکل میں ہیں اور وہاں اس طرح کے تین دائرے ہیں۔ درمیانی دائرے میں جو کناٹ سرکس کے نام سے موسوم ہے۔ میں ریلوے ریزرویشن آفس کے پاس اترا اور شاہ صاحب کی ہدایت پر دائرے میں چلنا شروع کیا۔ میں تقریباً ایک فرلانگ چلا ہوں گا کہ دائیں جانب ایچ بلاک میں رگھو نندن بلڈنگ کے عقب میں ایک گول تھڑا نظر آیا۔ اس تھڑے پر اب دو تین دکانیں بن گئی ہیں اور ایک ہندو نے چھوٹا سا مکان بھی بنا لیا ہے۔ اسی تھڑے پر حضرت شاہ سعد اللہ گلشن مجددی صاحب گلشن وحدت کا مزار ہے۔ مزار کے سرہانے دیوار پر ایک کتبہ نصب ہے جس پر یہ عبارت کندہ ہے۔

درگاہ حضرت شاہ سعد اللہ گلشن مجددیؒ۔ تاریخ وفات ۱۱۴۳ھ

جامع بود میان کمالات ظاہری و باطنی و زہد و تقویٰ و تجرید و تفرید۔ ریاضت شاقہ کشید و طعام بعد از سہ روز زیادہ از سہ لقمہ تناول نکردے و تا سی سال عمر خود در یک گلیم گذرانید۔ آخر در ۱۱۴۳ھ وفات یافت۔

ایک دن شاہ صاحب یہی گلیم اوڑھے اپنے دروازے میں کھڑے تھے انہوں نے دیکھا کہ پالکیوں کا ایک

پالکی پر انوار کی بارش ہو رہی ہے۔ شاہ صاحب نے اپنی گلیم زمین پر دے ماری اور اپنے ساتھیوں سے فرمانے لگے کہ تیس برس سے وہ یہ گلیم اوڑھ کر تہجد کی نماز ادا کر رہے ہیں لیکن جو انوار اس پالکی پر نظر آ رہے ہیں ویسے اس گلیم میں نظر نہیں آتے۔ ان کے ساتھیوں میں سے ایک نے کہا کہ اس پالکی میں خواجہ محمد زبیر سرہندی تشریف لے جا رہے ہیں۔ شاہ صاحب نے یہ سن کر اطمینان کا سانس لیا اور فرمایا "الحمد للہ! یہ نعمت ہمارے خاندان سے باہر نہیں گئی۔ موصوف ہمارے ہی پیرزادے ہیں۔"

شاہ گلشن مجددیؒ۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے پوتے حضرت عبدالاحد وحدت کے مرید تھے۔ اردو شاعری کا باوا آدم ولی دکنی شاہ گلشن کا شاگرد تھا۔ ولی دکنی کے شاگردوں میں سے شاہ حاتم نے بڑا نام پیدا کیا۔ محمد رفیع سودا شاہ حاتم کا ہی شاگرد تھا۔ اسی طرح خواجہ میر دردؔ کے والد میر ناصر عندلیب بھی شاہ گلشن کے شاگرد اور مرید تھے خواجہ میر درد کے تلامذہ میں سے بیدارؔ۔ نثارؔ۔ میر اثرؔ۔ میر المؔ۔ ہدایتؔ۔ قائمؔ چاندپوری اور ثنار اللہ خان فراقؔ بڑے مشہور ہوئے ہیں۔

اس استاد الاساتذہ کے مزار پر فاتحہ خوانی کے بعد میں ندوۃ المصنفین لوٹ آیا۔ اگلی صبح میں شاہ زید ابوالحسن کی نشاندہی پر سبزی منڈی پہنچا۔ اور برف خانے کے چوک سے میں روشن آرا بیگم کے باغ کی طرف چل پڑا۔ اندازاً دو فرلانگ کے فاصلے پر دائیں جانب دکانوں کی قطار میں ایک چھوٹے سے کمرے میں حضرت شاہ محمد آفاق مجددی کا مزار ہے ۱۹۴۷ء میں ایک سکھ نے ان کی قبر شہید کر کے وہاں رہائش اختیار کر لی تھی۔ مسلمانوں نے بڑی مشکل سے اُسے وہاں سے نکالا اور فرش کھود کر مزار کا نشان تلاش کر لیا۔ ان کے لوح مزار پر یہ عبارت مرقوم ہے۔

مزار پُر انوار۔ عارف حق حضرت شاہ محمد آفاق مجددی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ ۲ محرم الحرام ۱۲۵۱ھ یوم چہارشنبہ ۲ مئی ۱۸۳۵ء

چوں جناب شاہ آفاق از جہاں ۔۔۔ کرد رحلت سوئے جنات نعیم
گفت سال رحلتش خیر حزیں ۔۔۔ خلد را ماوائے او کن اے کریم
۱۲۵۱

شاہ محمد آفاق حضرت خواجہ محمد زبیر سرہندی کے خلیفہ خواجہ ضیاء اللہ کے مرید تھے ان کے خلفاء میں سے حضرت شاہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادی نے برعظیم پاک و ہند کے دینی اور روحانی حلقوں میں بڑا نام پایا ہے۔ شاہ صاحب فرمایا کرتے تھے "ہم نے دو دکانیں دیکھی ہیں ایک شاہ غلام علی صاحب کی اور دوسری شاہ آفاق کی کہ اس دکان میں عشق کا سودا بکا کرتا تھا!"

شاہ فضل رحمٰنؒ اپنے مرشد کے بارے میں فرماتے ہیں "ہمارے حضرت ۱۰ ہزار مرتبہ درود شریف اور ۵ ہزار بار کلمہ طیبہ پڑھتے تھے اور دس پارے قرآن مجید کے تہجد میں پڑھنے کا معمول تھا کچھ معلوم نہیں ہوتا تھا۔ پارے اتنی دیر میں ہو جاتے تھے کہ انجان سمجھے ایک پارہ پڑھا ہو گا۔ اور پانچوں وقت صلوٰۃ التسبیح پڑھتے تھے مزاج میں نہایت تواضع اور مسکنت تھی سب باتیں سنت کے مطابق کرتے تھے لیکن کسر نفسی سے ایسا فرماتے تھے کہ ہم سے جو بات موافق سنت کے ہو جاتی ہے تو عرش سے ایسا فیض آتا ہے کہ ہم تر بتر ہو جاتے ہیں"

(باقی)

يا ايها الذين امنوا اتقوا الله
حق تقته ولا تموتن
الا وانتم مسلمون ۝ واعتصموا
بحبل الله جميعا ولا تفرقوا

O ye who believe! Fear God as He should be feared, and die not except in a state of Islam. And hold fast, all together, by the Rope which God stretches out for you, and be not divided among yourselves.

pti
PREMIER TOBACCO INDUSTRIES LIMITED

***PREMIER TOBACCO INDUSTRIES LIMITED***